حضرت عمرؓ اور تصوف

جناب مولانا غلام محمد بی - اے - کراچی

علم تصوف کے بارے میں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دینِ اسلام میں ایک مخترع اور بے بنیاد چیز ہے. بہت سے محقق علماء نے اپنی تصنیفات میں سیر حاصل بحث کر کے دلائل کی روشنی میں ثابت کیا ہے کہ تصوف کے بارے میں یہ خیال تنگ نظری، سطحیت اور تحقیقی علوم میں بے بضاعتی کا نتیجہ ہے. اللہ تعالیٰ نے جن علماء کو وسیع اور عمیق علم کی نعمت سے نوازا ہے. وہ تزکیہ نفس کے اس طریقہ کا ثبوت احادیث اور صحابہ کرام کے عمل میں موجود پاتے ہیں۔

علماء تصوف اور اربابِ سلوک نے ہر دور میں اصلاحِ امت اور دینی انقلابات برپا کرنے کے جو عظیم کارنامے انجام دئیے ہیں، وہ تاریخ اسلام پر عبور رکھنے والوں پر مختلف صدیوں میں جو مصلحین اور مجددین رونما ہوئے ہیں اور جن کی کوششوں اور محنتوں کے نتیجہ میں ارضِ ہند و پاک میں مسلمانوں کی یہ کثیر تعداد آج نظر آتی ہے۔ یہ وہ حضرات ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے اسی تصوف سے بہرہ ور کیا تھا. چنانچہ اس چودھویں صدی میں اصلاحِ امت اور جہاد کے عظیم کارنامے دینِ اسلام کی بے نظیر خدمت بلکہ تجدید جن دو حضرات حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور شیخ الاسلام، مجاہد کبیر مولانا حسین احمد مدنیؒ کے ذریعہ ہوئی ہے۔ یہ دونوں مصلحین بھی علم ظاہری میں وسعت اور تعمق رکھنے کے علاوہ اپنے قلوب میں عظیم نورانی اور روحانی قوت صوفیاء کرام کے ان طرق میں منسلک ہو کر پیدا کر چکے تھے ـــــ فاضل مضمون نگار کا مضمون جسکو ہم بصد شکریہ الحق میں شائع کر رہے ہیں ان ابحاث کی ایک کڑی ہے، جن میں علماء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے. کہ تصوف کا اصل اساسی کتاب و سنت اور صحابہ کرام اور دوسرے اسلاف کی سیرتوں میں موجود ہے. (ادارہ)

حضرت عمرؓ اور تصوف ؛ بہ ظاہر عجیب سی بات معلوم ہوتی ہے، ذہن کے پردہ پر یہ تصویر اصل سے کچھ مختلف نظر آتی ہے، مگر سچ مانئے قصور عکس و شبیہ کا نہیں، بلکہ پردہ ذہنی کا ہے. ذہن کا جھول دور ہو اور فکر کی سلوٹیں نکل جائیں تو آپ ہی آپ انکار اقرار میں بدل جائے گا. اس سے پہلے ضرورت

اصلاح فکر کی ہے۔

یہ تو سب ہی جانتے ہیں کہ حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ، خلیفہ راشد تھے، اور ان کی حکومت خلافت راشدہ تھی، منہاج نبوت کے عین مطابق تھی۔ مگر جو لوگ یہ سب کچھ مانتے ہیں وہ یہ نہیں جانتے کہ "خلیفہ راشد" کون ہوتا ہے "خلافت راشدہ" کیا ہوتی ہے ـــــ اور رہا "تصوف و احسان"۔ اس کا صحیح منشاء و مفہوم تو خود عام مدعیان تصوف کو بھی کم ہی معلوم ہے، تو اوروں کا کیا ذکر، اس لئے پہلے ان تین اصطلاحوں کا حقیقی مفہوم پیش کرنا ضروری ہے، تاکہ ظاہر بین نگاہ حقیقت کو پا سکے۔

۱۔ خلافت راشدہ دراصل نبوت محمدی کا تتمہ ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ کا ارشاد ہے:

ایام خلافت بحقیقت ایام نبوت بود لیکن وحی از آسمان فرود نمی آمد [۱]	زمانہ خلافت، زمانہ نبوت ہی تھا۔ مگر (فرق یہ تھا کہ اب) آسمان سے وحی نہ آتی تھی۔

۲۔ خلیفہ راشد، مراتب ولایت کے اوج انتہا پر ہوتا ہے۔

شاہ صاحب ہی کی مستند زبان میں خلیفہ راشد وہ ہے کہ:

جوہر نفس او شبیہ جوہر نفس انبیاء آفریدہ باشند و در قوت عاقلہ او نمونہ وحی ودیعت نہادہ باشند و آں محدثیت است، و در قوت عاملہ او نمونہ از عصمت گذاشتہ و آں صدیقیت است و فرار شیطان از ظل او الا آنکہ استعداد نفس او خواب آلود است تا پیغمبر ایقاظ آں نکند بیدار نہ شود [۲]	جس کا جوہر نفس انبیاء کے جوہر نفس کے مشابہ پیدا کیا گیا ہو اور اسکی عقلی قوت میں وحی کی مشابہت رکھی گئی ہو جو محدثیت [۳] کہلاتی ہے۔ اور اسکی عملی قوت میں عصمت (انبیاء) کی مشابہت ہو جو صدیقیت کہلاتی ہے۔ اور شیطان اس کے سایہ سے بھاگے، البتہ یہ ضرور ہے کہ اس کے نفس میں یہ صلاحیت اسوقت تک سوئی ہوئی رہتی ہے۔ جب تک پیغمبر اسکو جگا کر بیدار نہ کر دے۔

۳۔ خلیفہ راشد اپنے دور میں امت کا افضل ترین فرد ہوتا ہے۔

شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کے الفاظ ہیں:

از لوازم خلافت خاصہ آں ست کہ خلیفہ افضل	خلافت راشدہ کے لوازم سے ایک یہ ہے کہ خلیفہ

---

[۱] ازالۃ الخفاء عن خلافۃ الخلفاء، فصل دوم [۲] ازالۃ الخفاء، فصل سوم

[۳] محدثیت سے مراد فہم کی وہ اعلیٰ استعداد ہے جس میں عام قوت فکریہ کی محتاجی نہ رہے۔

است باشد در زمان خلافت خود۔ عقلاً ونقلاً ؎۱	اپنے وقت میں تمام امت سے افضل ہو عقلی اور نقلی دونوں دلائل سے۔

۴۔ قرن اول میں علوم تفسیر، حدیث اور فقہ کی طرح "تصوف" (یا نبوی اصطلاح میں احسان) کی اصطلاحات اور اس فن کی تدوین بلاشبہ نہیں ملتی۔ مگر اس کے صحیح مصداقات سب وہاں موجود ہیں، اس لئے دورِ صحابہ میں لفظ و اصطلاح کو نہ پاکر ان کی اصل وحقیقت کا انکار نادانی ہے۔

۵۔ فیضانِ نبوی ؐ کے اثر سے صحابۂ کرام کا سلوک نہایت خفی اور بہت مختصر تھا۔ اس لئے سلوک کی تفصیلات وہاں نظر نہیں آتیں مگر حاصلِ سلوک صاف طور پر وہاں دیکھا اور پایا جاسکتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ ارشاد فرماتے ہیں :

اوشاں ایں نعمت عظمیٰ ونسبت عزیز الوجود در قدم اول بہ ظہور می آید ؎۲	ان حضرات (صحابہؓ) پر یہ نعمت عظمیٰ اور نسبتِ نادرہ پہلے ہی قدم میں ظاہر ہو جاتی ہے۔

۶۔ طریق تصوف کا حاصل اور منتہا سیدی وسید العلماء حضرت مولانا سید سلیمان ندوی نور اللہ مرقدہٗ کی زبان اعجاز بیان میں ہے :

"ہر عمل میں طلب رضا کا شعور پیدا ہونا، یہی اس طریق کا حاصل ہے۔ اور جب خدا اور بندہ کے درمیان یہ علاقہ استوار ہو جاتا ہے، تو صوفیہ کی اصطلاح میں اسکو "نسبت" کہتے ہیں۔ اور قرآن پاک کی زبان میں اسکی تعبیر یحبھم ویحبونہ اور رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ کے لفظوں میں کی گئی ہے یا ایتھا النفس المطمئنۃ ارجعی الی ربک راضیۃ مرضیۃ انہی کے لئے نوید بشارت ہے"۔؎۳

پہلے تین توضیحی مقدمات سے یہ بات ذہن میں جم جانی چاہیئے کہ خلیفۂ ثانی حضرت عمر فاروق رضؓ کے جتنے کمالات ظاہر و باطن ہیں ان کی اصل ان کے "جوہر نفس" کا کمال ان کی "قوت عاقلہ وعاملہ" کی مخصوص کسبی نہیں بلکہ وہبی استعداد ہے۔ اور ان کی فتوحات اور ملکی نظم ونسق کے کارنامے، عام حکمرانوں اور ملک گیروں سے اپنی اصل وحقیقت میں بالکل الگ غیر معمولی روحانی قوت اور ربانی تائیدات کا کرشمہ تھے۔ مگر اہلِ ظاہر کی نگاہ اس باریکی تک نہ پہنچ سکی اور انہوں نے عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو فاتح اعظم، مصلح اعظم، ماہر نظم ونسق تسلیم کرکے گویا اعتراف عظمت کا حق ادا کر دیا حالانکہ اس سے

؎۱ ازالۃ الخفا فصل دوم، حضرت شاہ صاحبؒ نے قرآن، حدیث، عمل نبوی اور تعامل صحابہؓ سے بھی اور بے شمار عقلی دلائل سے بھی اس دعویٰ کو ثابت کیا ہے، تفصیل کے لئے اصل کتاب دیکھنی چاہیئے۔

؎۲ مکتوب (۳۲) دفتر اول۔ مکتوبات مجدد الف ثانیؒ ؎۳ "مکاتیب سلیمان" مرتبۂ مولانا مسعود عالم مرحوم۔

خلافت راشدہ کی تقدیس اور خلیفۂ راشد کے مرتبۂ روحانی اور عظمت ایمانی کا کچھ بھی حق ادا نہ ہوا بلکہ تعریف میں تنقیص کا پہلو پیدا ہو گیا، ع

ایں نہ مدح است او مگر آگاہ نیست

جب تک نگاہ ایمانی میسر نہ آئے ظاہر کی یکسانیت خود مسلمان کے لئے بھی وجہ حجاب ہی بنی رہتی ہے

آب تلخ و آب شیریں ہم عناں درمیاں شاں برزخ لا یبغیان (رومیؒ)

بہرکیف ان تین مقدمات کو سمجھنے کے بعد بقیہ چار توضیحی مقدمات کی روشنی میں تصوف و سلوک سے متعلق جو غلطیاں یا غلط فہمیاں ذہن میں تھیں وہ بھی دور ہو چکی ہوں گی اور یہ تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ رہ گیا ہوگا، کہ حاصل تصوف یعنی "مقام رضا" میں تمکن تو دراصل حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے رفقائے مقدس ہی کا حصہ تھا۔ اور وہی اس رتبۂ عالی کی الٰہی سند بھی رکھتے تھے ــــ رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ ــــ ورنہ اوروں کے حق میں تو یہ بات ظن غالب سے زائد درجہ کی نہیں۔

اسی روشنیٔ فکر و نظر کو لئے ہوئے اب سیرت عمرؓ کے خاص خاص باطنی پہلوؤں پر نظر ڈالئے تو اندازہ ہوگا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ، صوفی اعظم اور محسنِؓ اعظم تھے۔ ان کے جوہر نفس میں، انبیاء کے جوہر نفس سے مشابہت تھی۔ وہ محدّث تھے۔ یعنی مہمات امور کی فہم میں وہ عام قوت فکریہ کے محتاج نہ تھے بلکہ اعلیٰ ترین الہامات ربانیہ سے ان کی دستگیری اور رہنمائی ہوتی رہتی تھی، اور ان کے سایہ سے شیطان بھاگتا تھا ــــ یہ سب ان کے معنوی کمالات ہی تھے۔ جو فن تصوف و احسان کے تحت آتے ہیں، اور انہی کا اجمالی تعارف ہمارے موضوع کا منشاء ہے۔

حضرت عمرؓ کا جوہر نفس

ہر انسان کا "نشاکلہ" یا اسکی طبعی استعداد ایک بامانگی عطائے ربانی ہے، حکمت الٰہیہ نے جسکو جو چاہا بنا دیا (یخلق ما یشاء) اسی وہبی استعداد کے مطابق انسانی ترقی کے منازل طے کرتا ہے۔ (کل یعمل علیٰ شاکلتہ) اعلیٰ سے اعلیٰ مربی بھی بس جوہر استعداد ہی کو چمکا سکتا ہے۔ نیست کو ہست کر دینا کسی کے بس کی بات نہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد: خیارکم فی الجاھلیۃ خیارکم فی الاسلام۔ (تم میں جو جاہلیت میں اچھے تھے، اسلام میں بھی اچھے ہیں۔) اسی رمز کا اظہار ہے ــــ اس حقیقت کو نگاہ میں رکھ کر حضرت عمر فاروقؓ کی طبعی استعداد یا ان کے "جوہر نفس" کو دیکھئے تو آنکھیں چکاچوند ہو جائیں گی۔ اللہ اللہ کیا جوہر ہے اور کیسی استعداد کہ وحی ربانی کے چند کلمات کان میں پڑتے ہی دل میں اتر جاتے

ؓ "محسن" قرآنی و حدیثی اصطلاح میں نہ کہ ہماری زبان کے محاورہ میں۔

ہیں، رگ وپے میں بجلیاں بھر جاتی ہیں اور کائنات ہستی جاگ اٹھتی ہے ---- یکاد زیتھا یضیئ ولولم تمسسہ نار (ایسا معلوم ہوتا ہے کہ خود بخود جل اٹھے گا. اگرچہ آگ اُسے نہ بھی چھوئے)

پھر یہی نہیں بلکہ بارگاہ نبوت کی پہلی حاضری اور نگاہ نبوی کے پہلے ہی فیضان میں جوہر فاروقی کو وہ جلا ملی کہ وحی الٰہی سے کامل مناسبت اور خاص ربط وتعلق پیدا ہوگیا، ان کی زبان حق ترجمان بن گئی اور وہ اتنے بلند ہوگئے کہ خاتم الانبیاء (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے ان کے جوہر نفس کی تعریف یوں فرمائی۔

لوکان بعدی نبیؐ لکان عمر بن الخطابؓ میرے بعد (بالفرض) اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر بن خطاب ہوتے

اس کے صاف معنی یہی تو ہوئے کہ ذات محمدی (علی صاحبہا الصلوٰت والتحیات) پر نبوت کا ختم ہو جانا الگ بات ہے ورنہ وہ استعداد یا وہ شاکلہ اور جوہر نفس جو منصب نبوت کیلئے ضروری ہے وہ یہاں موجود تھی، اسی شرف خاص کا اظہار شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے یوں فرمایا کہ --- جوہر نفس او شبیہ جوہر نفس انبیاء آفریدہ باشند۔

اہل ظاہر کا بڑا ظلم ہے، کہ ان کمالات کو جو اس اعلیٰ ترین روحانی استعداد کا کرشمہ تھے، حضرت عمرؓ کے محض عقل وفکر کا کرشمہ سمجھتے ہیں۔ اور اپنی دانست میں ان کی تعریف کا حق بھی ادا کرتے ہیں۔

ع۔ این نہ مدح ست او مگر آگاہ نیست

دست نبویؐ کی جلابخشی

جوہر نفس کا اندازہ کچھ ہوچکا، اب نگاہ کا رخ اسطرف کیجئے کہ یہ جوہر کن ہاتھوں سے ترش رہا ہے۔ ؟ --- ہادیٔ اعظم، نبیٔ خاتم (صلی اللہ علیہ وسلم) جنکی ایک اچٹتی نگاہ خذف کو نگین بنا دے۔ وہ عمرؓ پر توجہ فرمائیں، زبان مبارک پر دعا ہے، دست پاک سے جلابخشی ہورہی ہے۔ اور قلب فیض گنجینہ سے نور معرفت عطا ہو رہا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ جو اس وقت سن شعور میں تھے، اپنے والد ماجد کی بارگاہ رسالت پناہ میں اس پہلی حاضری کا ذکر یوں فرماتے ہیں :

ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن خطاب
ضرب صدر عمر بن الخطاب بیدہ حین	کے سینہ پر تین مرتبہ دست فیض پھیرا جب وہ اسلام
اسلم ثلاث مراۃ وھو یقول اللھم اخرج	لائے، اور تین بار یہ دعا فرمائی کہ بار الٰہا اسکے سینہ میں
مافی صدرہٖ من غل وبدلہٗ ایمانا	جو کھوٹ ہو اسکو دور فرما اور اس کے بجائے
یقول ذلک ثلاثۃ۔ ؎۲	ایمان بھر دے۔

؎۱ ترمذی بروایت عبداللہ بن عمرؓ ؎۲ الاستیعاب ۲ : ۴۶۲

جو صبر بھی سے مثل اور جو جبر بھی بے نظیر۔ نتیجہ یہ کہ آناً فاناً جہل و ظلم گیا، علم و عرفان آیا، غفلت مٹی، حضوری ملی، اور ذات حق سے وہ نسبت عالی اور ربط لازوال قائم ہو گیا۔ جو صحابہؓ کے زمرۂ عالی میں بھی اعلیٰ وارفع تسلیم کیا گیا، شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے الفاظ میں استعداد نفس خواب آلود تھی، پیغمبر کے جگانے سے جاگ اٹھی اور قوت عاقلہ میں جو دحی سے مشابہت ودیعت تھی اور قوت عاملہ میں جو عصمت سے مشابہت رکھی گئی تھی، وہ اب نمایاں ہو گئی ۔۔۔

زبان و قلب عمرؓ

چنانچہ اب حضرت عمرؓ کی زبان مبارک اور ان کا قلب اطہر اظہار حق کا معیار اور شناخت حق کی کسوٹی بن گیا تھا، صحابہ کرامؓ کا ارشاد ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں جب عمر فاروقؓ کچھ فرماتے یا ان کی رائے کسی جانب ہوتی تو ۔۔۔

۔۔۔ "قرآن حضرت عمر ہی کی رائے کے موافق نازل ہوتا" [۱]

خود محمد عربیؐ (فداہ روحی) کا ارشاد بھی اس ضمن میں یہ رہا،

ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ۔ [۲] اللہ تعالیٰ نے حق کو عمر کی زبان اور قلب پر موقوف فرما دیا ہے۔

محدثیت یا موافقات عمرؓ

علمائے ربانی نے ایسے پندرہ مواقع گنائے ہیں جن میں قرآن پاک نے بے غبار طور پر حضرت عمرؓ کی یا تو رائے کی تائید کی ہے۔ یا ان کے حسب مراد آیت اتر آئی ہے۔ یا لفظ بہ لفظ ان کا قول وحی الٰہی بن گیا ہے جو ان کی "محدثیت" کی کھلی دلیل ہے ۔۔۔ طوالت سے بچنے کے لئے یہاں ان تین قسم کی تائیدات یا "موافقات" کی صرف ایک ایک مثال ملاحظہ ہو:۔

۱۔ رائے کی تائید | بدری قیدیوں کے متعلق صدیق اکبرؓ جذبہ سے کہ چھوڑ دینے کا مشورہ دے رہے تھے اور عمر فاروقؓ ان کے قتل پر مصر تھے، رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا رجحان صدیق اکبرؓ ہی کی طرف تھا۔ مگر وحی الٰہی جو آئی تو حضرت عمرؓ کی تائید لئے ہوئے ۔۔۔ ما کان لنبی ان یکون لہ اسریٰ .... ان اللہ غفور رحیم۔ (انفال)

۲۔ مراد کی تکمیل | آیت حجاب اترنے سے پہلے کاشانۂ نبوت میں ہر کوئی آتا جاتا تھا، حضرت عمرؓ کو یہ بات اچھی نہ لگی۔ حضور نبویؐ میں عرض رسا ہوئے کہ یہ سلسلہ بند فرما دیا جائے اور ازواج مطہرات بھی پردے کے بغیر باہر نہ نکلا کریں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس مشورہ پر حکم الٰہی کے منتظر ہو کر خاموش

---

[۱] و [۲] مشکوٰۃ المصابیح ۔ باب ۔ مناقب صحابہؓ، فصل ثانی

ہوتا ہے۔ ایسے میں سورۂ احزاب کی آیت حضرت عمرؓ کے حسب مراد اتر آئی: واذا سألتموهن متاعاً فاسئلوهن من وراء حجاب۔

۳۔ قول کی قبولیت | عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ جب سورۂ مومنون کی آیت ولقد خلقنا الانسان من سلالة من طين۔ نازل ہوئی تو ایک کیف عبدیت میں ڈوب کر زبانِ عمرؓ سے بے ساختہ نکلا ۔۔۔ فتبارك الله احسن الخالقين ۔۔۔ اور فوراً ہی جبرئیل امین اس قول کی مقبولیت کا مژدہ لیکر نازل ہوئے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے عمرؓ! جو فقرہ تمہاری زبان سے نکلا تھا، وہی خدا نے بھی نازل فرمایا"

اللہ اکبر! کیا الہام ہے کہ وحیٔ متلو کا شرف پا گیا۔ یہ ہے "وحیٔ الٰہی سے مشابہت" کی شان اور یہ ہے "قوتِ عاقلہ" کا وہ امتیاز جو خلفائے راشدین کا امتیاز تھا۔

معرفتِ الٰہیہ | حضرت عمرؓ کی فراست و فطانت کا اعتراف اپنے پرائیوں سب ہی کو ہے، اسی طرح ان کی "اولیات" (INITIATIVES) یعنی جن امور کی پہل کا سہرا ان کے سر ہے، خواہ وہ مسائل دین سے متعلق ہوں یا تدبیر مملکت سے متعلق، ان کی فہرست بھی ایک منفرد نوعیت کی چیز ہے، سیرت فاروقی کے اس پہلو کو اجاگر کرنے کا حق علامہ شبلی نعمانیؒ نے خوب ادا کیا ہے، اس لئے اسکی تفصیل تحصیل حاصل ہے، یہاں صرف فاروق اعظمؓ کی معرفت آگاہی یا ان کے "علم باللہ" اور اسکی عزلت خاص کی طرف اشارہ مقصود ہے، پہلے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی جلالتِ شان کو ذہن میں رکھئے اور پھر ان کے بچے تلے الفاظ کی گہرائی تک پہنچنے کی کوشش کیجئے، حضرت عمرؓ کی وفات پر فرما رہے ہیں،

لما مات عمر انی لاحسب انه قد ذهب	جب عمرؓ نے وفات پائی تو میں نے سمجھا کہ علم کا
بتسعة اعشار العلم فقيل له تقول	دسواں حصہ چلا گیا، لوگوں نے کہا آپ یوں کہتے
هذا وفينا جملة من الصحابةؓ قال لست	ہیں۔ حالانکہ ہم میں تمام صحابہ موجود ہیں۔ فرمایا علم
اعني العلم الذي تريدون وانما	سے جو تم مراد لیتے ہو وہ میری مراد نہیں۔ بلکہ میری
اعني العلم بالله تعالى۔ [1]	مراد ہے اللہ تعالیٰ کی معرفت کا علم۔

اس سے پتہ چلا کہ یہ بات صحابہ کو بھی مسلم تھی "علم معرفت الٰہی" عام علم کتابی سے الگ ایک اعلیٰ واشرف علم ہے، اور حضرت عمرؓ اس علم معرفت کے مہر درخشندہ تھے۔ اور یہ کہ حضرت عمرؓ

---

[1] ابن الجوزی۔ سیرت عمرؓ

کے تفقہ اور تدبیر مملکت کے کمالات ان کے اس علم معرفت سے کم رتبہ تھے، گو وہ بھی ہماری اصطلاحی عقل وفکر کے نتائج نہ تھے،

خشیت الٰہی ہم نے آخری توضیحی مقدمہ میں بتایا ہے کہ تصوف واحسان کا منتہا، مرضئ عبد و مرضئ حق میں یگانگت کا پیدا ہو جانا ہے، اور حضرات صحابہؓ کی توصیف قرآن پاک نے اسی سے کی ہے کہ رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ، مگر خود اس "تراضی طرفین" کو خشیت الٰہی کا ثمرہ قرار دیا گیا ہے ۔۔۔ ذالک لمن خشی ربہ ۔۔۔ اب چونکہ حضرت عمرؓ صحابہ کرام کے زمرہ میں امتیازی شان کے مالک ہیں۔ اس لئے ان کی سیرت میں صفت خشیت کا ظہور بھی خاص ہی ہونا چاہیئے، اور ہوا، ان کی ایک ایک ادا خشیت الٰہی میں ڈوبی ہوئی تھی، مگر عام طور پر ارباب سیر نے اس پہلو کو پوری طرح نہ دیکھا نہ دکھایا اور ہمارے لئے بھی اس پورے دفتر کا کھولنا مشکل ہے البتہ مشتے نمونہ از خروارے" چند باتیں پیش ہیں ان سے حضرت عمرؓ کے خوف وخشیت الٰہی کا اندازہ ہو جائے گا۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ یوں فرمایا کرتے تھے:

لو مات جدی بطف الفرات (ای شاطئہ) لخشیت ان یحاسب اللہ بہ عمر لہ | اگر بکری کا بچہ فرات کے کنارہ پر مرجائے تو میں ڈرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اسکا محاسبہ عمر سے نہ کر بیٹھے۔

اسی طرح عبداللہ بن عامرؓ کا قول ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ کو دیکھا کہ زمین سے مٹی بھر مٹی اٹھائی اور فرمایا:

لیتنی لم اخلق، لیت امی لم تلدنی، لیتنی لم اکن شیئا، لیتنی کنت نسیا منسیا ۔ ؎ | کاش میں پیدا نہ ہوتا، کاش میری ماں مجھ کو نہ جنتی، کاش میں کچھ نہ ہوتا، کاش میں نیست و نابود ہو گیا ہوتا۔

یہ ہے ایک خلیفۂ راشد اور اس امیر المومنین کے خوف وخشیت کا حال جس کے رعب و جلال سے کائنات لرزتی تھی، یہ عام سلاطین اور آمروں کی مصنوعی صولت وشوکت نہیں تھی بلکہ خاص ہیبت الٰہیہ کا اثر تھا جو ذات عمرؓ پر چھاگئی تھی اور ظاہری حشم قدم سے بے نیاز کل ماحول کو متاثر کر رہی تھی۔ بقول عارف رومیؒ ؎

ہیبت حق است ایں از خلق نیست ہیبت ایں مرد صاحب دلق نیست

لہ ؎ سیرت عمر بن الخطاب از علی طنطاوی بحوالہ ابن الجوزی ۱۷۰ والریاض النضرہ ۲: ۴۵

بہرکیف اس خشیت الٰہی کی وجہ سے حضرت عمرؓ کو رات کی نیند میسر تھی نہ دن کا چین، دن کو رعایا کے حقوق کا خیال نچلا نہ بیٹھنے دیتا تھا، اور رات کو اپنے نفس کے محاسبہ سے نیند اچاٹ ہو جاتی تھی، خود فرماتے تھے:

اذا نمت فی اللیل ضیعت نفسی وان	اگر میں رات کو سو جاؤں تو میں نے اپنے نفس کو برباد
نمت فی النھار ضیعت رعیتی [1]	کیا اور اگر دن کو سو جاؤں تو میں نے اپنی رعایا کا نقصان کیا۔

اس خوف سے اس قدر رویا کرتے تھے کہ عبداللہ بن عیسیٰؓ فرماتے ہیں:

کان فی وجہ عمر خطان اسودان	حضرت عمرؓ کے چہرہ پر آنسوؤں کے بہنے سے دو سیاہ
من البکاء [2]	لکیریں پڑ گئی تھیں۔

اور خوف وخشیت کا یہ اثر کچھ وقتی نوعیت کا نہ تھا بلکہ پورے دور حیات پر چھایا ہوا تھا، حتیٰ کہ عین اس دنیا سے رخصت ہوتے ہوئے حضرت عمرؓ کو اسی کرب وبلا میں مبتلا یہ گڑگڑاتے ہوئے سنا گیا:

ویلی وویل امی ان لم یغفر اللہ لی [3]	بربادی ہے میری اور میری ماں کی اگر اللہ نے مجھ کو نہ بخشا۔

یہ چند باتیں اظہار مدعا کے لئے بس ہیں، تفصیل دیکھنا ہو تو سیرۃ عمر بن الخطاب ـــ مؤلفہ شیخ علی الطنطاوی وناجی الطنطاوی قابل دید ہے۔

احتساب نفس خشیت کا لازمی اثر احتساب نفس ہے، حضرت عمرؓ کے حکام اور رعایا پر احتساب کے کارنامے بہت بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر توجہ اس طرف بہت کم کی جاتی ہے۔ کہ وہ خود اپنے نفس کے کتنے بڑے محتسب تھے، حالانکہ اپنا احتساب ہی وجہ امتیاز ہے۔ اس احتساب نفس کا صرف ایک واقعہ ملاحظہ ہو۔

امیر المومنین ایک روز ممبر پر چڑھتے ہیں، نظر ہر آن نفس پر لگی ہوئی تھی جانے کیا تغیر محسوس ہوا کہ بھرے مجمع میں اپنے نفس پر زجر کرتے ہوئے یہ فرمایا، "ایک دن وہ تھا کہ میں اپنی خالہ کی بکریاں چرایا کرتا تھا۔ اور وہ اس کے عوض میں مٹھی بھر کھجور دے دیا کرتی تھیں، اور آج میرا یہ زمانہ ہے" ـــــ

بس یہ فرماکر ممبر سے اتر آئے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے کہا کہ یہ تو آپ نے اپنی تنقیص کی ـــــ فرمایا تنہائی میں میرے دل نے کہا کہ تم امیر المومنین ہو، تم سے افضل کون ہو سکتا ہے۔ اس لئے میں نے چاہا کہ اسکو اپنی حقیقت بتا دوں" [4]

---

[1] سیرۃ عمر بن الخطاب از علی طنطاوی بحوالہ تنبیہ المغترین للشعرانی ۴۸

[2] ایضاً بحوالہ الحلیہ ۱: ۵۱ [3] ایضاً ابن سعد ۱: ۲۶۲ وابن الجوزی ۱۹۹

[4] نزھۃ الابرار۔ تذکرۂ حضرت عمرؓ۔

اظہارِ نعمت یا شکرانۂ فضیلت

اس احتساب کے ساتھ اگر کسی عطائے ربانی کا اظہار کیا جائے تو وہ "فاما بنعمۃ ربک فحدث" کے امر ربانی کی محض تعمیل ہے، اس نزاکت کو بجز ماہرین فن تصوف کے نہ کوئی جان سکتا ہے نہ پہچان سکتا ہے۔ اظہار فخر کیا ہے اور تحدیث نعمت کیا ہے؟ حالانکہ ایک میں بندہ کی ہلاکت ہے اور دوسرے میں نعمت کی حفاظت بلکہ اس کے ازدیاد کا سامان ــــ عمر فاروقؓ کے احتساب نفس کا حال دیکھتے ہوئے یہ بڑی سوئے ادبی ہوگی اگر ان کے کسی اظہار نعمت کو عام سلاطین کے اظہار فخر وغرور پر محمول کیا جائے، البتہ کوشش اس بات کی ہونی چاہیے کہ وہ رمز معلوم ہوجائے جو اس اظہار عام میں پوشیدہ ہے ــــ دیکھیے حضرت عمرؓ تخت خلافت پر آچکے ہیں۔ اور صحابہ کرام کے مقدس مجمع سے مخاطب ہیں، اپنی اس فضیلت خداداد کا شکرانہ اور خلافت راشدہ کے مقام ومنصب کا اظہار کس قدر صاف وصریح الفاظ میں فرما رہے ہیں:

الحمد للہ الذی صیرنی بحیث لیس فوقی احد۔ [1] — اس خدا کی تعریف جس نے مجھے ایسا بنادیا کہ آج مجھ سے برتر کوئی نہیں۔

اس اظہار "لیس فوقی احد" کو سن کر سب سر تسلیم کئے ہوئے ہیں۔ اور سب کے سب حضرت عمرؓ کی ظاہری ومعنوی، قالبی وقلبی، حکومتی اور روحانی فضیلت پر مہر تصدیق ثبت کر رہے ہیں۔ ورنہ اس مجمع مقدس کا ایک ایک فرد حق کے معاملہ میں اسقدر بیباک تھا کہ فوراً ٹوک دیتا کہ اے عمر! تمہاری ظاہری برتری مسلم، مگر باطنی پیشوائی کو ہم تسلیم نہیں کرتے، مگر جب کسی ایک نے بھی ایسا نہیں کیا تو اپنے دور میں حضرت عمرؓ کی فضیلت ہر اعتبار سے ثابت ہوگئی، اور معلوم ہوا کہ ان کے دور خلافت میں قسام ازل اپنے عطا کی تقسیم انہیں کے ہاتھوں کروا رہا تھا، خواہ وہ مال غنیمت ہو یا انوار ولایت ہوں، اسی جامعیت کمال کی طرف شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے ان الفاظ میں اشارہ فرمایا کہ:

"از لوازم خلافت خاصہ آں ست کہ خلیفہ افضل امت باشد در زمان خلافت خود۔"

فرارِ شیطان

حضرت شاہ ولی اللہ نے خلیفہ راشد کے روحانی کمالات کے ضمن میں یہ بھی فرمایا ہے کہ ــــ "فرار شیطان از ظل او" ــــ

خلیفہ ثانی حضرت عمرؓ کے متعلق تو ان کے اس وصف کی تصدیق خود تعلق نبوی سے حاصل ہے:

---

[1] ارشاد الطالبین مصنفہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ بحوالہ دیلمی در فردوس وابونعیم در حلیہ۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

یا عمر مالقیک الشیطان سالکا فجاً	اے عمر جب شیطان تم سے کسی راستہ میں ملتا
الا سلک فجاً غیر فجک۔ ؎	ہے تو اپنا راستہ بدل دیتا ہے۔

اس کے صاف معانی یہی ہوئے کہ مظہر ہدایت کے سامنے مظہر ضلالت کی کیا مجال ہے کہ ٹھہر سکے، اور یہی بات ہم پورے زور و قوت سے ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کا یہ روحانی ترفع ہے کہ وہ ہدایت ربانی کے مظہر بن گئے تھے۔ اس لئے ان سے ہدایت ہی ہدایت پھیلتی رہی، اہل ظاہر کی نظر فاروقی کارناموں پر تو کچھ ہے بھی، مگر نفس فاروقیت پر بالکل نہیں ——

اصطلاح و محاورۂ تصوّف میں چند باتیں

اب تک ہم نے حتی الامکان اصطلاح اور محاورۂ فن سے بچتے ہوئے سیرت فاروقی میں تصوف کے حقائق کی نشاندہی کی ہے، اب کچھ اصطلاح میں گفتگو کرنا ہے ——

حضرت عمرؓ مرادؔ ہیں

اہل ظاہر کے نزدیک تو حضرت عمرؓ کا امتیاز ان کے دور خلافت پر منحصر ہے۔ مگر صوفیانہ نگاہ ان کے امتیاز کو قبل خلافت ہی نہیں بلکہ ان کے اصل جوہر اور ان کی ابتداء میں دیکھتی ہے، وجہ اسکی یہ ہے کہ وہ اسلام میں "مرید" ہو کر نہیں آئے بلکہ "مراد" بن کر آئے ہیں۔ ان کو حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا نے کھینچا ہے، حضورؐ نے ان کو اللہ تعالیٰ سے یہ کہہ کر مانگا تھا ——

اللھم اعز الاسلام باحب ھذین	اے اللہ ابوجہل اور عمر بن خطاب میں سے جو تجھے
الرجلین الیک بابی جھل وعمر بن	محبوب ہو اس سے اسلام کو عزت عطا فرما۔
الخطاب۔ ؎	

چنانچہ جب اس دعا کی قبولیت نے ظہور کیا اور نگاہ رب العزت میں عمر بن خطاب ہی محبوب ٹھہرے اور انہی کے ذریعہ دین کی عزت افزائی مقدر ٹھہری۔ تو ابن ماجہ کی روایت ہے کہ حضرت عمرؓ کے حلقہ بگوش اسلام ہونے پر جبرئیل علیہ السلام آئے اور بارگاہ نبوت میں عرض کی کہ: "آسمان کے لوگ آپ کو عمر کے اسلام لانے پر بشارت دیتے ہیں۔ —— " مرادیت عمرؓ کی یہ کس قدر کھلی اور مستحکم دلیل ہے ——

؎ ؎ ترمذی بروایت عبداللہ بن عمر

حضرت عمرؓ مجذوب سالک تھے

فن تصوف وسلوک کے واقف کار جانتے ہیں کہ جو "مراد" ہوتا ہے اسکو دولت "جذب" پہلے ملتی ہے۔ اور مدارج سلوک کی سیر بعد میں کرائی جاتی ہے، یہی "محبّیت" کی نشانی ہے اور اسی کو اصطلاح میں "مجذوب سالک" کہا جاتا ہے۔ لہٰذا حضرت عمرؓ بھی مجذوب سالک ہوئے، چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے پوری صراحت سے تحریر فرمایا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہ تو "سالک مجذوب"[1] ہیں۔ مگر بقیہ تینوں خلفاء کا حال یہ ہے کہ :

فان جذبھم مقدم علی سلوکھم کما	یعنی ان حضرات (ثلثہ) کا جذبہ ان کے سلوک
ھو حال حضرۃ الرسالۃ المصطفویہ	پر اسی طرح مقدم ہے جیسے خود حضرت رسالۃ
علیہ وعلی الہ الصلوات والتسلیمات	پناہ صلی اللہ علیہ وسلم کا حال ہے۔

(معارف لدنیہ ۔ معرفتہ ۔ ۲۲)

---

[1] اور "سالک مجذوب" کے متعلق حضرت کا یہ ارشاد ہے۔ کہ وہ "مجذوب سالک" سے معرفت میں بڑھا ہوا ہے، مگر اس معرفت میں جو مقامات عشرہ زہد، توکل، صبر، رضا وغیرہ سے متعلق ہے ۔۔۔ البتہ "مجذوب سالک" محبت میں "سالک مجذوب" سے بڑھا ہوا ہے۔ اور ذات وصفات الٰہی کی معرفت اسکو زیادہ حاصل ہوتی ہے۔ یہ حاصل ہے معارف لدنیہ کی معرفت (۲۳) کا اور اس سے اصحاب ثلاثہ کی فضیلت حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر ثابت فرمائی گئی ہے ۔۔۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کی یہ بات متفق علیہ نہیں ہے، اکابر متقدمین حضرت علی کرم اللہ وجہ کو ولایت میں (جو معرفت الٰہی کے شعبہ کا نام ہے) افضل اور فائق تر سمجھتے ہیں۔ اور حضرت شیخ اکبرؒ تو حضرت علی کرم اللہ وجہ کو "خاتم الولایت" مانتے ہیں۔ (دیکھئے الحل الاقوم)۔ ہماری کیا مجال کہ اکابر اہل اللہ کے اس اختلاف میں حکم بننے کی جرأت کریں، البتہ اس سلسلہ میں اپنے ایک بزرگ عالم وعارف حضرت مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کا قول بہت صاف اور دل لگتا ہے۔ فرماتے تھے کہ قدرت نے عورتوں میں سے ایک (یعنی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) اور مردوں میں سے ایک (یعنی علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ) کو نبوی تربیت کے لئے خاص کر لیا تھا، ان دونوں نے ابتدائے شعور ہی سے نبوی تجلیات میں پرورش پائی اور ان کے دل ودماغ غیر نبوی اثرات سے ہمیشہ محفوظ رہے، یہ منفرد فضیلت عورتوں میں حضرت عائشہؓ اور مردوں میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ ہی کو حاصل تھی!

حضرت عمرؓ "قدمِ موسیٰؑ" پر

یہ تو سب ہی مانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کو ابراہیمیت، موسویت اور عیسویت ——— غرض ——— آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ——— والی جامعیت کا خاص شرف حاصل ہے، البتہ حضورِ اقدس ہی کے فیضانِ روحانی سے پچھلے انبیاء کی طرح اگلے اولیاء کاملین میں بھی کسی میں حضرت نوحؑ والے غیظ و غضب کا جلال کسی میں موسوی حکومت و سطوت کا شکوہ، کسی میں عیسوی زہد و عفو کا جمال نمایاں دیکھا جاسکتا ہے، صوفیاءِ کرام اپنی بولی میں افرادِ امتِ محمدیہ کے ان شیون کی تعبیر اس طرح کرتے ہیں کہ فلاں بزرگ "قدمِ نوحؑ" پر ہیں، فلاں "قدمِ موسیٰؑ" پر اور فلاں "قدمِ عیسیٰؑ" پر صوفیاء کے اس نقطۂ نظر سے سیرتِ عمرؓ کا جائزہ لیا جائے تو اس میں یہ تمام خشیت و زہد، تنظیمِ ملت، حکومت سطوت اور جاہ و جلال کی خصوصیات اس قدر نمایاں نظر آتی ہیں کہ ہم بلا پس و پیش یہ کہہ سکتے ہیں کہ فاروقِ اعظم "قدمِ موسیٰؑ" پر ہیں ——— اور یہ بات کم از کم حضرات شیخینؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ کے بارے میں تو محض صوفیاء کے کہنے کی نہیں ہے۔ بلکہ نطق نبوی سے اسکی کھلی تائید مل جاتی ہے، دیکھئے "غزوۂ بدر میں جب کفارِ قریش گرفتار ہو کر آئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے مشورہ طلب کیا، حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے کہا کہ ان کو آگ میں جلا دیا جائے اور حضرت عمرؓ نے کہا کہ ان کو قتل کر دیا جائے، لیکن حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ آپ کے خاندان اور قوم کے ہیں، ان پر رحم فرمائیے، آپؐ نے ان دونوں فریقوں کے مشورے سنکر فرمایا کہ ایک فریق اپنے پہلے بھائیوں نوحؑ اور موسیٰؑ کی طرح ہے۔ نوحؑ نے کہا پروردگار زمین پر کافروں میں سے کسی گھر بسانے والے کو مت چھوڑ اور موسیٰؑ نے کہا، ہمارے پروردگار ان کی دولت میٹ دے اور ان کے دلوں کو سخت کر دے، اور دوسرا فریق ابراہیمؑ کی طرح ہے، ابراہیمؑ نے کہا جس نے میری پیروی کی وہ مجھ سے ہے اور جس نے نافرمانی کی تو تو بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔ اور عیسیٰؑ کی طرح ہے، کہ عیسیٰؑ نے کہا اگر تو ان کو سزا دے تو وہ تیرے بندے ہیں۔ اور تو معاف کر دے تو تو قدرت والا اور حکمت والا ہے۔ (مستدرک حاکم ۳ ص ۲۱، ۲۲) اس سے معلوم ہوا کہ آپ نے عبداللہ بن رواحہؓ اور حضرت عمرؓ کو حضرت نوحؑ اور حضرت موسیٰؑ کی نذیری شان اور حضرت ابوبکرؓ کو حضرت ابراہیمؑ اور حضرت عیسیٰؑ کی بشیری شان کی مثال میں ظاہر فرمایا"۔ [1]

---

[1] "خلیل اللہ کی بشریت ——— حضرات انبیاء کے اوصاف غالبہ" از علامہ فہامہ مولانا سید سلیمان ندویؒ۔ یہ مقالہ مضامین سید سلیمان ندوی حصہ اول میں شریک ہے۔

حضرت گنج مراد آبادی کی تصدیق

قطب آفاق حضرت شاہ فضل الرحمن گنج مراد آبادیؒ جو اعلیٰ روحانی و عرفانی منزلت کے حامل ہونے کے علاوہ اتنے بڑے محدث تھے کہ محدث کبیر حضرت مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے اُن کو بخاری شریف استفادہ کی غرض سے سنائی تھی، حضرت موصوف کا بھی یہی ارشاد ہے کہ:

"بزرگان قادریہ میں "نسبت فاروقی" کا ظہور ہے، اور نسبت حضرت فاروق اعظمؓ کی موسوی ہے۔ اسی سے جلال الٰہی اور تصرفات عظیم الشان کا ظہور حضرت غوث اعظمؒ سے بہت ہوا، اور قرب شہادت میں بڑا درجہ پایا" [1]

مجدد الف ثانیؒ کا عجیب انکشاف
حضرت عمرؓ "قطب ابدال" تھے

حضرت عمرؓ کا قدم موسیٰؑ پر ہونا ثابت ہو چکا اور یوں بھی چشم بصیرت پر ظاہر ہی تھا، لیکن اگر سوال یہ کیا جائے کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ کا روحانی مقام کیا تھا؟ تو اس کا جواب حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ سے ملے گا۔ اپنے مشہور رسالہ معارف لدنیہ میں معرفت (۳۵) کے تحت حضرت مجددؒ نے پہلے تو "قطب ارشاد" اور "قطب ابدال" کے فرق کو واضح فرمایا ہے کہ ایمان، ہدایت، نیکیوں کی توفیق، برائیوں سے توبہ، یہ "قطب ارشاد" کے فیوض کا نتیجہ ہیں اور قطب ارشادؒ قدم نبوی پر ہوتا ہے، اس کے بالمقابل "قطب ابدال" دنیا کے تکوینی امور جیسے بلاؤں کا ازالہ، امراض کا خاتمہ، حصول عافیت اور رزق رسانی وغیرہ کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اسکو پل بھر کی فرصت نہیں ہوتی بلکہ ہمیشہ مشغول ہی رہتا ہے —— اس فرق کی وضاحت کے بعد دور حضرت رسالت پناہؐ میں عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے مقام باطنی سے متعلق یہ عجیب انکشاف فرمایا ہے:

وقد کان صلی اللہ علیہ وسلم قطب الارشاد وکان قطب الابدال فی ذلک الوقت عمرؓ و اویس القرنیؒ	خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو قطب ارشاد تھے اور اسی دور میں عمرؓ اور اویس قرنیؒ قطب ابدال تھے۔

تجدید دین کا کارنامہ نسبت فاروقیؓ کے ذریعہ انجام پاتا ہے

رد و قبول اہل بصیرت پر چھوڑتے ہوئے مکتب "تصوف و احسان" کے ابجد خوان کی حیثیت میں نسبت فاروقیؓ سے متعلق ایک غور طلب بات پیش کرنے کو جی چاہتا ہے۔ اور وہ

---

[1] کمالات رحمانی مرتبہ حضرت مولانا شاہ تجمل حسینؒ۔

یہ ہے کہ ہر نسبت کا ایک لون (رنگ) ہوتا ہے، اور جب کبھی کسی خاص نسبت کا ظہور کہیں ہوتا ہے تو اس صاحب نسبت سے اسی رنگ کے مخصوص کمالات ظاہر ہوتے ہیں، اور نسبتوں کے ان الوان کے اشارات خود احادیث نبویہ سے ملتے ہیں۔ مثلاً حضرات نقشبندیہ جو نسبت صدیقی کے حامل ہیں ان میں سینہ بہ سینہ القاء کا ظہور زیادہ ہے۔ اس کا اشارہ اس ارشاد نبوی میں صاف ملتا ہے کہ:

ماصب اللّٰہ فی صدری شیئاً — اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ میں کوئی بات ایسی نہیں ڈالی

الا صببتہ فی صدر ابی بکرؓ — جو میں نے ابوبکرؓ کے سینہ میں ڈال نہ دی ہو۔

یا مثلاً حضرات چشتیہ جو نسبت علوی کے حامل ہیں، ان میں فنائیت کا کمال بہت زیادہ ہے، یہ فیض عینیت کا اثر ہے جسکا اشارہ اس حدیث پاک میں ملتا ہے کہ:

علیؓ منی وانا منہ ——— علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔

اسیطرح اگر غور کیا جائے تو فاروق اعظمؓ کے بارے میں جو خاص ارشاد نبوی ہے وہ یہ ہے کہ

لوکان بعدی نبیًا لکان عمر — میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔

اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ نظام شرعی کی ترویج و تجدید کے کارنامے کا خصوصی تعلق "نسبت فاروقی" ہی سے ہے۔ اور جب کبھی "نسبت فاروقی" کا فیضان خاص کسی ولی پر غالب آتا ہے، تو اس سے تجدید دین کا کارنامہ سرانجام پاتا ہے۔ خواہ وہ کہنے کو نقشبندی ہو یا چشتی یا قادری یا سہروردی۔[1]

اس حقیقت کے ماسوا تاریخ مجددین پر سرسری نظر ڈالیئے تو "اتفاق مشیت" کا ایک اور کرشمہ نظر آئے گا، وہ یہ کہ دین محمدی کے مجدد اول اور پانچویں خلیفہ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ ہیں جو نسبت باطنی رکھنے کے علاوہ فاروق اعظمؓ کے پرپوتے بھی ہیں۔ پھر ہزارۂ ثانی کے مجدد اول حضرت شیخ احمد سرہندی قدس سرہٗ جن کا نام نامی ہی "مجدد الف ثانی" پڑ گیا ہے، وہ بھی فاروقی النسب ہی ہیں۔ بارہویں صدی کے مجدد کبیر حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ بھی نسباً فاروقی ہی تھے ——— اسی طرح

---

[1] واضح رہے کہ علوی، صدیقی، فاروقی، عثمانی یا اویسی نسبتوں کا ظہور معروف سلاسل تصوف میں کسی خاص سلسلہ کا پابند نہیں۔ بلکہ یہ بجلیاں ہر سمت کوندتی رہتی ہیں، دراصل اس کا انحصار کسی اہل اللہ کے اپنے شاکلہ پر ہے۔ اسکی نہایت عام فہم مثال حضرت حکیم الامتؒ نے یہ ارشاد فرمائی ہے۔ کہ مرغی کا انڈا اگر بطخ کے نیچے رکھئے تو مرغی ہی برآمد ہوگی، بطخ کے سینکنے سے بطخ برآمد نہ ہوگی۔ اسی طرح اس کے برعکس۔ معلوم ہوا کہ وارد مدار انڈے کی طبعی استعداد پر ہے۔ نہ کہ مرغی یا بطخ کی حرارت پر ———!!

چودھویں صدی میں دین محمدی کے ایک اور ممتاز مجدد یعنی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی[1] قدس سرہٗ بھی نسباً فاروقی ہی ہیں ۔۔۔۔ ان چار ہستیوں کے علاوہ درمیانی صدیوں کے مجددین کی جو فہرستیں امام جلال الدین سیوطی یا اور محدثین نے مرتب فرمائی ہیں، ان میں سے ایک ایک کو دیکھا جائے تو اور بھی ہستیاں ایسی نکل آئیں گی جن میں فاروقی خون جوش زن ملے گا۔ گو ہمارے نزدیک تجدیدی کارنامہ کا انحصار نسب پر نہیں بلکہ محض نسبت فاروقی ہی کے زور پر ہے ۔۔۔۔ واللہ اعلم وعلمہٗ اتم

---

[1] مجدد چہاردہم صدی کے تجدیدی کارنامہ کو ایک نگاہ میں دیکھنا ہو تو حضرت مولانا عبدالباری ندوی مدظلہٗ کی چار گرانقدر مؤلفات تجدید دین کامل، تجدید تصوف، تجدید تعلیم و تبلیغ اور تجدید معاشیات کا مطالعہ ضروری ہے۔ راقم الحروف نے عارف باللہ حضرت مولانا محمد حسین چشتی حیدرآبادی قدس سرہٗ (مرشد حضرت مولانا گیلانیؒ) کو اور شیخ الشیوخ حضرت مولانا عبدالغفور عباسی مہاجر مدنی دامت برکاتہم کو یہ تصدیق فرماتے سنا کہ حضرت مولانا تھانوی قدس سرہٗ اس صدی کے مجدد تھے۔

وضاحت

● بعض حضرات مساجد میں لاؤڈ سپیکر لگا کر نعت خوانی وغیرہ کے ذریعہ دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کا نام صراحتاً استعمال کر کے یا صرف مدرسہ اکوڑہ یا دارالعلوم اکوڑہ کے نام سے لوگوں کو اشتباہ میں رکھ کر چندہ جمع کرتے ہیں۔ لہٰذا اہل خیر حضرات کی خدمت میں عرض ہے کہ وہ ان حضرات کو دارالعلوم حقانیہ کے لئے چندہ نہ دیں۔

● دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک کیطرف سے چند مستقل سفیر مقرر ہیں جن کے پاس شناختی کاغذات، مہر شدہ رسیدیں اور روئیداد وغیرہ ہوتی ہیں، اور وہ چندہ لیتے وقت ایک ایک پائی کی رسید دیتے ہیں۔

● رقم کی وصولی پر دفتر اہتمام (دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک) سے بھی ایک رسید روانہ کی جاتی ہے۔

● دارالعلوم حقانیہ کیطرف سے کوئی سفیر غیر ممالک میں نہیں بھیجا گیا۔ غیر ممالک کے اہل خیر حضرات بذریعہ ڈاک دارالعلوم کی امداد کر سکتے ہیں۔

سلطان محمود ناظم دفتر اہتمام
دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک ضلع پشاور۔
پاکستان

موتیا روک

● موتیا روک موتیا بند کا بلا اپریشن علاج ہے۔
● موتیا روک دھند، جالا، پھولا، ککروں کے لئے بھی بے حد مفید ہے۔
● موتیا روک بینائی کو تیز کرتا ہے۔ اور چشمہ کی ضرورت نہیں رہتی۔
● موتیا روک آنکھ کے ہر مرض کیلئے مفید تر ہے۔

بیت الحکمت
لوہاری منڈی۔ لاہور

مرقات شرح مشکوٰۃ شریف

از علامہ علی قاری ۔۔۔ سائز ۲۶×۱۷ / ۴
قیمت کاغذ سفید بلا جلد ۱۷ روپیہ مجلد ۱۹ روپیہ
" " سرخ " ۱۷ " ۱۹ "
" نیوز ادنیٰ " ۱۰ " ۱۲ "

کتب خانہ رحیمیہ
محلہ جنگی پشاور شہر